اسلامی اصولوں کی روشنی میں ملک وملت کے لئے

ایک علمی تحفہ

اسلام اور رواداری

از

مولانا عبدالمعید مدنی

ناشر

صوبائی جمعیت اہلِ حدیث، ممبئی

اسلامی اصولوں کی روشنی میں ملک وملت کے لئے

ایک علمی تحفہ

اسلام

اور

رواداری

ازقلم

مولانا عبدالمعید مدنی

ناشر:

صوبائی جمعیت اہلحدیث، ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام اور رواداری

رواداری کیا ہے؟

رواداری فرد وسماج کی ایک اہم ضرورت ہے، رواداری کے بغیر نہ کوئی فرد صحت مند زندگی گزار سکتا ہے نہ کوئی معاشرہ، اگر رواداری کسی فرد اور سماج کے اندر موجود ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ فرد وسماج فکری اور اخلاقی طور پر صحت مند ہے، اور اگر ان کے اندر رواداری نہیں، تو اس فقدان کا معنیٰ یہ ہوگا کہ ایسا فرد وسماج جو رواداری کے فقدان سے دوچار ہے فکری واخلاقی طور پر صحت مند نہیں ہے۔

رواداری کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان کی انسانی حیثیت کو تسلیم کیا جائے، حق وانصاف کی بات کی جائے، آخری حد تک دوسروں کو برداشت کیا جائے، دوسروں کی بے معنیٰ باتوں اور حرکتوں کو نظر انداز کیا جائے، انفرادی واجتماعی زندگی میں خیر سگالی، ہم آہنگی اور مفاہمت کا رویہ اپنایا جائے۔

ظاہر ہے یہ خوبیاں جو رواداری کے حوالے سے کسی فرد وسماج کا خاصہ بن جائیں، بے کسب حاصل نہیں ہوتیں، ان کے حصول کے لئے محنت ومشقت درکار ہوتی ہے۔ دراصل رواداری اسی وقت فرد وسماج کے اندر پیدا ہوتی ہے جب انسان کے اندر نرم خوئی ہو، مزاج میں سختی نہ ہو، فکر وخیال میں انتہا پسندی در نہ آئی ہو، انسانی فلاح و بہبود کا اس کے اندر داعیہ موجود ہو، پھر ان بنیادی خوبیوں کے ساتھ ایسے لوگ میسر ہوں جو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں رواداری کو پروان چڑھائیں اور ہر سطح پر رواداری کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔

رواداری خوش اسلوبی کے ساتھ انسانی تعلقات اور رشتوں کو نبھانے کا ایک عملی رویہ ہے اور یہ عملی رویہ جب کسی فرد یا معاشرہ میں جگہ بنالیتا ہے تو خود کار بن جاتا ہے اور جہاں بھی اس کا عمل دخل ہوتا ہے وہاں امن، شانتی، محبت، اخوت، ہم آہنگی، انصاف اور مفاہمت کا بول بالا ہوتا ہے۔

روداری کی جڑیں فطرت انسانی میں پیوست ہوتی ہیں، شرافت، انسانیت، حسن خلق انسانی طبیعت اور فطرت کے عین مطابق ہیں، یہ الگ بات ہے کہ بسا اوقات زندگی کے مختلف ناپسندیدہ رویے اس جوہر انسانی کو تباہ کر دیتے ہیں، انسانی معاشرہ کو بھی مطلوب ہے کہ لوگ باہم رواداری کا ثبوت دیں تا کہ ٹکراؤ، مخالفت، اور ظلم وتعدی کی تباہ کاریوں سے بچا جا سکے۔ وہ تمام ادیان جن کی اصل تعلیمات موجود ہیں ان میں انسان کی بہی خواہی، انسانیت نوازی اور حق وانصاف کی بات کہی گئی ہے، اس لئے اگر ظلم وزیادتی کا کہیں بول بالا ہوتا ہے تو انسان بلبلا اٹھتا ہے اور ہر زبان پر حق وانصاف کی بات جاری ہو جاتی ہے، انسانی طبائع اگر رواداری کے اصول اور تقاضوں کو نہ سمجھتے تو فوری ان کا مطالبہ نہیں کرتے، لیکن چونکہ انسانی طبائع میں حق وانصاف کی بنیاد موجود ہوتی ہے اس لئے ان کی خواہش اور طلب فورا ہو جاتی ہے۔ جن کی طبیعتیں بگڑ گئی ہیں، جو کسی بھی سبب جوہر انسانیت کھو بیٹھے ہیں وہ بھی کبھی نہ کبھی اس کا مطالبہ کرتے ہیں، اور جب ان کے اوپر نارواداری کا سلوک ہو تو فوراوہ آہ وواویلا مچانے لگتے ہیں اور انصاف کی دہائی دینے لگتے ہیں۔

اسلام اور رواداری:

رواداری اسلام کی بنیادی تعلیم ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک اسلام رواداری کی تعلیم دیتا ہے، فرد وسماج کی اسی بنیاد پر تربیت کرتا ہے۔ روداری کی آج جو کچھ بھی شکلیں اور صورتیں ہیں اور اس کے جو مفاہیم انسان سمجھتا ہے کل کا کل اسلام کی دین ہے۔ اگر رواداری اور اس کے اصولوں کو اسلامی تعلیمات سے نکال دیا جائے تو اسلام کی شبیہ ہی بگڑ کر رہ جائے گی اور یہی اپنوں اور غیروں نے اسلام کے ساتھ کیا ہے اور اسے بدنام کر کے رکھ دیا گیا ہے، اپنوں کی بے علمی

اور دوسروں کے جھوٹے پروپیگنڈوں نے اس کی شبیہ بگاڑنے میں کسر نہیں چھوڑی ہے۔

بہر حال اسلام میں رواداری کی جڑیں بڑی گہری ہیں اور اس کی تعلیمات بڑی اہم ہیں اور رواداری کے بڑے اہم اصول ہیں، یہاں کچھ اصولوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱- تخلیق بشر:

دنیا میں جتنے انسان ہیں سب آدم وحوا کی اولاد ہیں، اس آباد عالم کے تمام کالے گورے، عربی عجمی انسان، ملک ووطن، قومیت ومذہب، حسب ونسب، نسل وخاندان کے اختلافات کے باوجود ساری بشریت کا سلسلہ ابوت وامومت آدم وحوا پر ختم ہوجاتا ہے۔ بحیثیت بشر لوگوں کا اصل ایک ہے، بندگان خاکی کا یہ رشتہ شرعاً وفطرۃً ہر اعتبار سے معتبر ہے اور اسی رشتہ کے اشتراک کے سبب انسانی اقدار، تہذیبی اقدار، انسانی ضرورتیں، انسانی حقوق مشترک ہیں، اوران کا نفع ونقصان بھی باہم مشترک ہے، قرآن کریم میں اس تخلیقی ہم رنگی کے حوالے سے بارہا گفتگو ہوئی ہے اور اس رشتہ بشریت کے حوالے سے عام بشری حقوق بھی طے کئے گئے ہیں، دعوت وتبلیغ، امر بالمعروف نہی عن المنکر کا نظام بھی اسی بشری رشتہ کی بنیاد پر قائم ہے، بشری رشتہ سے متعلق قرآن کی ایک جامع آیت ہے:

﴿یا أیها الناس اتقوا ربکم الذي خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالا کثیرا ونساء واتقوا الله الذي تساء لون به والأرحام إن الله کان علیکم رقیبا﴾ (النساء:۱)۔

اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے اللہ سے ڈرو بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے۔

اس ایت میں اللہ تعالیٰ نے تخلیق بشر سے متعلق یہ حقیقت واضح کی کہ تمام انسان آدم وحوا کی اولاد ہیں، اسی لئے ان کا باہمی رشتہ مضبوط ہونا چاہئے اور رشتوں کی پامالی سے بچنا چاہئے اور

بحثیت بشر سب کو دو باتوں پر دھیان رکھنا چاہیے: (۱) اللہ سے ڈریں تا کہ غلطیوں کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ (۲) اور اس کی گرفت سے کبھی بے خوف نہ رہیں اور یاد رکھیں کہ انسان کی ہر حرکت وعمل پر اس کی نگرانی جاری ہے اور ہر ہر ذرے کا حساب کتاب ہونے والا ہے۔

۲- مساوات:

اس بنیاد پر کہ سب لوگ اولاد آدم ہیں، اسلام میں مساوات کی تعلیم دی گئی ہے، اسلامی تعلیمات کے مطابق علاقہ وطن، ذات برادری، حسب نسب، رنگ نسل اور عنصر کی بنیاد پر کسی انسان کو کسی پر برتری حاصل نہیں ہے، بحثیت انسان کالے گورے، مرد عورت، عربی عجمی سب برابر ہیں، سب کی تخلیق یکساں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا فضل لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي ولا لاسود على أحمر ولا لأحمر على أسود إلا بالتقوى كلكم من آدم وآدم من تراب"۔

کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی کالے کو کسی گورے پر، اور کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے، صرف تقویٰ کی بنیاد پر کسی کو برتری حاصل ہو سکتی ہے، سبھی آدم کی اولاد ہیں اور آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے۔

برتری کا اعتبار اسلام میں صرف نیکی اچھائی اور کارکردگی ہے، بحثیت انسان سب خاکی ہیں، سب کی اصل ماہیت تراب (مٹی) ہے، اور ماہیت اصلیہ کا تقاضا یہ ہے کہ لوگ رنگ ونسل کی برتری کا شکار نہ ہوں، قومی وملکی امتیاز وتفاخر کو بنیاد بنا کر طبقاتی اونچ نیچ کا فتنہ نہ کھڑا کریں۔ انسانی مساوات کی یہ شاندار تعلیم اس وقت کے نسلی وطبقاتی اور لسانیاتی جھگڑوں کا بہترین حل ہے، انسان کے اندر اگر یہ شعور جاگ جائے کہ بحثیت انسان ان کی تخلیقی ماہیت ایک ہے، انسانی شعور، احساسات اور اقدار یکساں ہیں، اس میں دوسرے تفاوت کا اعتبار نہیں، جس قدر تفاوت پیدا کر لئے گئے ہیں اور جن کی بنیاد پر بے انتہا و بے حد وحساب انسان مارے گئے ہیں وہ محض ایک فریب ہے، تو پھر عنصری وطبقاتی یا جنسی جنگ وجدال کی گنجائش ہی نہ رہ جائے گی۔

۳- انسانی اخوت ورشتہ:

انسان ہونے کے ناطے باہم انسانوں کے تعلقات ہوتے ہیں، لین دین، رشتے ناطے، معاملہ داریاں، عہد و پیمان، وعدے عقود وغیرہ، یہ تمام تعلقات اگر حق وانصاف پر مبنی ہوں تو انہیں نبھانا لازمی ہے، اسی طرح فرد کا سماج سے تعلق ہوتا ہے، ملک ووطن سے تعلق ہوتا ہے، ملک کے مفادات' قوم وملت کے مفادات سے سے تعلق ہوتا ہے، ایک باشعور مسلمان ان تمام تعلقات کو نبھاتا ہے اور اس کے اوپر جو ذمہ داری بنتی ہے وہ اپنے ضمیر اور ایمان کے تقاضے سے پورا کرتا ہے، اور جہاں حق وانصاف کے برخلاف ذمہ داریاں جائیں تو اسے وہ نہیں اٹھا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسے مسلمانوں کی بے حد تعریف کی ہے جو ان تمام تعلقات کو اچھے ڈھنگ سے نبھاتے ہیں، ارشاد ہے:

﴿والذين يصلون ما أمر الله به أن يوصل ويخشون ربهم ويخافون سوء الحساب﴾ (الرعد:۲۱)۔

اور اللہ نے جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ اسے جوڑتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی کا اندیشہ رکھتے ہیں۔

دراصل انسانی اخوت کا رشتہ اور سماج وملک اور ہم وطنی کے رشتے عام حالات میں نبھانا بہت اہم ہے، اور یہ رشتے اتنے اہم اور ہمہ گیر ہیں کہ اگر ان کو مدنظر رکھا جائے تو اس سے فرد، سماج، قوم وملت اور ملک ووطن سبھی کے مفادات کے تحفظ کا تیقن ہوجاتا ہے۔

اس سے خاص الخاص عہود وعقود کے رشتے نبھاتے ہیں، قرآن کریم میں اس کا پاس ولحاظ رکھنے کا حکم دیا گیا، ارشاد ہے:

﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا﴾ (بنی اسرائیل:۳۴)۔

اور وعدے پورے کرو کیونکہ قول وقرار کی باز پرس ہوگی۔

اور یہ مومن کی شان یہ بتلائی گئی ہے کہ وہ وعدوں اور امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

﴿والذين هم لأماناتهم وعهدهم راعون﴾ (المؤمنون:۸)۔

جو اپنی امانتوں اور وعدوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

امانات میں مفوضہ ڈیوٹی کی دائیگی، رازدارانہ باتوں اور مالی امانتوں کی حفاظت ہے اور ''عہد'' کی رعایت وحفاظت میں اللہ سے کیے ہوئے میثاق اور بندوں سے کیے گئے عہد و پیان دونوں شامل ہیں۔

عہد و پیان اور امانتیں عام ہیں ان میں مسلم غیر مسلم کا امتیاز نہیں، کسی سے بھی اگر عہد و پیان ہوا ہے اسے پورا کرنا لازم ہے، اسی طرح کسی کی بھی امانت ہو اس کی حفاظت کرنا اور حقدار تک اسے پہنچانا لازمی ہے۔ اگر ایک مسلمان عہد و پیان کی رعایت نہیں کرتا ہے، نہ امانتوں سے متعلق اپنی جوابدہی کا احساس کرتا ہے، اس کی اس کمزوری کو نفاق قرار دیا گیا، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''آیة المنافق ثلاث: إذا حدث کذب، وإذا وعد أخلف وإذا اؤتمن خان''

(بخاری ومسلم)۔

منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب وہ بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے اس کے خلاف کرے، جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

٤- مسلمان کی دعوتی ذمہ داری:

مسلمان کہیں رہتا بستا ہے اس کی دینی ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ کے مخلوق کو اللہ کے دین کی طرف بلائے، سیدھے راستے کی رہنمائی کرے اور برائیوں سے لوگوں کو نکالنے کی کوشش کرے۔ اور اسی ذمہ داری کو نبھانے کے لئے اس کے لئے ضروری ہے کہ خلق الٰہی کے ساتھ اچھے تعلقات رکھے، اپنے اخلاق اپنی سیرت، اپنی علمیت وثقافت اور حسن کردار کے ذریعہ لوگوں کو متاثر کرے، اپنے صحیح اپروچ اور عملی خوبیوں کے ذریعہ لوگوں کے لئے اچھائی اور بھلائی کی مثال بن جائے۔ اور اس خیر پھیلانے اور برائی کو ختم کرنے کی راہ میں اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو صبر کرے، انتقامی جذبہ کا شکار نہ ہو، لوگوں کے خلاف غیض وغضب سے بھر نہ جائے، ہر حال میں اس کے اوپر لازم ہے کہ حسن کردار کا مظاہرہ کرے، اور اگر کوئی دشمنی کا رویہ اختیار کرے تو اس کے ساتھ ایسا حسن برتاؤ کرے

کہ ایسا شخص اس کا دوست بن جائے، یہ ساری تفصیلات قرآن کریم میں موجود ہیں:

﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون﴾ (آل عمران:۱۰۴)۔

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برائیوں سے روکے اور یہی لوگ فلاح ونجات پانے والے ہیں۔

﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله﴾ (آل عمران:۱۱۰)۔

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

﴿ادع إلى ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن﴾ (النحل:۲۵)۔

اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے۔

﴿ومن أحسن قولا ممن دعا إلى الله وعمل صالحا وقال إنني من المسلمين، ولا تستوي الحسنة ولا السيئة ادفع بالتي هي أحسن فإذ الذي بينك وبينه عداوة كأنه ولي حميم، وما يلقاها إلا الذين صبروا وما يلقاها إلا ذو حظ عظيم﴾ (حم سجدہ:۳۳-۳۶)۔

اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں، نیک اور بدی برابر نہیں ہوتی، برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہ جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے جیسے ولی دوست، اور یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کریں اور اسے سوائے بڑے نصیبے والوں کے کوئی

نہیں پا سکتا۔

ان آیتوں میں مسلمانوں کی ذمہ داری یہ قرار دی گئی ہے کہ وہ پوری بشریت کو اچھائی کی راہ کی طرف بلائیں، اور برے راستے سے روکیں، اور ایک معبود پر ایمان رکھیں، ان کے لئے یہ کام دنیا کا سب سے بہتر کام بتلایا گیا اور انہیں تلقین کی گئی کہ اس کے لئے وہ اپنے دشمنوں کو بھی دوست بنانے کی بھرپور کوشش کریں، اور اس مشقت بھرے کام میں آخری حد تک صبر کرنے کی کوشش کریں۔

آخری رسول ﷺ کا امتی ہونا خود ایک منصب ہے اور اسی منصب کے ساتھ بہت بڑا منصب ہے کہ راہ حق کی طرف لوگوں کو بلانا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے، فی الواقع مسلمان اسی لئے نہیں زندہ رہتا ہے کہ دنیا کمائے، کھائے پئے ختم ہو جائے، اس کے بجائے اصولی و دینی طور پر اس کی ترجیحات میں یہ داخل ہے کہ وہ دوسروں کی بھلائی کے بارے میں سوچے، حق وانصاف کا چرچا کرے، خلق الہی کے لئے منفعت بخش بنے، خود بھی حق وانصاف اور سچائی پر قائم رہے، اور اس کے لئے سب سے بڑی چیز صبر ہے، بغیر صبر و برداشت کے اسے یہ منصب حاصل نہیں ہو سکتا۔

۵- صبر:

نیکی اور حق کی راہ دکھلانا دراصل دوسروں کے لئے بھلا چاہنے کا نام ہے، یہ کٹھن راستہ ہے اس میں صبر کی ضرورت پڑتی ہے، اس میں دوسروں کی ایذائیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ لوگوں کی تہمت تراشی و دشنام دہی کو برداشت کرنا پڑتا ہے، اس راہ میں ہر ایک کی اذیت جھیلنے کے لئے دم خم ہونا چاہئے۔ جب انسان لینے کے بجائے دینے اور اپنی آرام و راحت کے بجائے دوسروں کے فائدے کی سوچنے لگے اور اللہ کے بندوں کو سرخرو کرنے کا جذبہ پیدا کرلے اور اس کی خاطر ہر مشکل کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہو جائے تب اسے کامیابی ملتی ہے، یا کم از کم اپنی ڈیوٹی نبھا سکتا ہے، اللہ کے انبیاء کا یہی طرز عمل رہا، انہوں نے ہر اذیت جھیلی اور بندگان الہی کو پھر بھی راہ راست دکھلانے میں کمی نہیں کی، ان کا ہمیشہ یہی اعلان رہا:

﴿وما لنا أن لا نتوكل على الله وقد هدانا سبلنا ولنصبرن على ما آذيتمونا و

علی اللہ فلیتوکل المتوکلون﴾ آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ رکھیں جبکہ اس نے ہمیں راہ راست کی ہدایت عطا فرمائی ہے، واللہ جو ایذائیں تم ہمیں دو گے ہم ان پر صبر ہی کریں گے، توکل کرنے والوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ کی، ان کو منصب دعوت وہدایت ملی ہے، انہیں اس راہ میں ہر مصیبت پر صبر کرنا ہوگا، بغیر صبر کیے دلوں کو نہیں جیتا جا سکتا ہے نہ انہیں نیکی کی راہ پر لگایا جا سکتا ہے، اور بسا اوقات راہ حق کی آزمائش شدید ترین ہوتی ہے، ارشاد ہے:

﴿أم حسبتم أن تدخلوا الجنة ولما يأتكم مثل الذين خلوا من قبلكم مستهم البأساء والضراء وزلزلوا حتى يقول الرسول والذين آمنوا معه متى نصر الله ألا إن نصر الله قريب﴾ (البقرہ:۲۱۴)۔

کیا تم نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ایسے جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ ابھی تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے اگلوں پر آئے تھے، انہیں بیماریاں اور مصیبتیں پہنچیں، اور وہ یہاں تک جھنجھوڑے گئے کہ رسول اللہ اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی، سن رکھو کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے۔

نبی آخر الزماں خاتم الرسل محمد ﷺ کو راہ دعوت میں سخت ترین تکالیف برداشت کرنی پڑی، ارشاد ہے:

"لقد أخفت في الله وما يخاف أحد، ولقد أوذيت في الله وما يؤذى أحد، ولقد أتت علي ثلاثون من بين يوم وليلة، وما لي ولبلال طعام يأكله ذو كبد إلا شيء يواريه إبط بلال" (ترمذی، ابن ماجہ)۔

اللہ کی خاطر میں پریشان کیا گیا جبکہ کوئی پریشان نہیں کیا جاتا تھا، اور اللہ کی خاطر مجھے ستایا گیا جبکہ کوئی ستایا نہیں جاتا تھا، تیس رات دن میرے ایسے بیتے ہیں کہ ان میں میرے اور بلال کوئی کھانا نہ تھا جسے کوئی جاندار کھا سکتا ہو، الا یہ کہ بلال نے کچھ کھجور بچا رکھا ہو۔

٦- عدل وانصاف کے لئے پہرہ داری:

مسلمانوں کی منصبی ذمہ داری میں یہ داخل ہے کہ انصاف کریں، انصاف کے لئے کوشش کریں اورحتی الامکان انصاف کے لئے جدوجہد جاری رکھیں۔

﴿یا أیھا الذین آمنو کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی أنفسکم أو الوالدین والأقربین﴾ (النساء:۱۳۵)۔

اے ایمان والوعدل وانصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے اورخوشنودی مولا کے لئے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ، گووہ تمہارے اپنے خلاف ہویاماں باپ کے یارشتہ دار عزیزوں کے۔

یہی نہیں حق وانصاف اگر دشمن کوملنا چاہئے تواسے بھی ملنا چاہئے کسی سے دشمنی قطعاً یہ اجازت نہیں دیتی کہ کسی کی حق تلفی کی جائے یاکسی پرظلم کیاجائے، ارشاد ہے:

﴿یا أیھا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنآن قوم علی ألا تعدلوا اعدلوا ھو أقرب للتقوی﴾ (المائدہ:۸)۔

اے ایمان والوتم اللہ کی خاطرحق پرقائم ہوجاؤ، راستی اورانصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پرآمادہ نہ کرے، عدل کیاکرویہ پرہیز گاری کے ہم آہنگ ہے۔

جہاں انصاف کے لئے کوشش ہوگی وہاں عدل ہوگااوراسلام اسی لئے آیاہے کہ ظلم کے ماحول سے نکال کرلوگوں کوانصاف کے ماحول میں لائے، رسول گرامی ﷺ نے اپنی رسالت کا مقصد یہ قرار دیا کہ ظلم کومٹائیں، اسلام کا مقصد اولین ٹھہرا کہ انصاف کا بول بالا ہو مقامی قومی اور بین الاقوامی ہرسطح پر۔

اسی لئے اسلام میں ظلم وزیادتی اورحق تلفی کوسب سے زیادہ برااورخطرناک بتلایا گیااوراس سے بچنے کی لوگوں کوتلقین کی گئی، ارشاد ہوا:

"اتقوا الظلم فإن الظلم ظلمات يوم القيامة، واتقوا الشح فإن الشح أهلك من كان قبلكم ،حملهم على أن سفكوا دماء هم واستحلوا محارمهم" (مسلم)۔

ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم قیامت والے دن اندھیروں کا باعث ہوگا اور بخل سے بچو، اسلئے کہ بخل نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو تم سے پہلے تھے، اس بخل نے انہیں اپنوں کا خون بہانے پر اور حرام چیزوں کو حلال سمجھنے پر آمادہ کر دیا۔

اور ایسے قاتلوں کی سزا تجویز ہوئی جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں ان کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت وخواری اور آخرت میں ان کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے۔

اسلام میں کسی طرح کی حق تلفی اور ظلم کی گنجائش نہیں، اس پر کڑی سے کڑی وعید آئی ہے:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"لتؤدن الحقوق إلى أهلها يوم القيامة حتى يقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء" (مسلم)

تمہیں قیامت والے دن حق والوں کے حقوق ضرور ادا کرنے ہوں گے حتیٰ کہ سینگ والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کو بدلہ دلوایا جائے گا۔

اگر کوئی ناحق کسی کی جان مار دیتا ہے تو اسے پوری انسانیت کا قاتل قرار دیا گیا، ارشاد ہے:

﴿من قتل نفسا بغير نفس أو فساد في الأرض فكأنما قتل الناس جميعا﴾ (المائدہ:۳۲)۔

جو شخص کسی کو بغیر اسکے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا فساد مچانے والا ہو قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔

اگر کوئی کسی کی جائداد ہڑپ کرتا ہے، اس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من ظلم قيد شبر من الأرض طوقه سبع أرضين" (بخاری، مسلم)۔

جس نے ایک بالشت کے برابر زمین ہتھیا کر کسی پر ظلم کیا تو اسے (قیامت کے دن) سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔

جانی مالی زیادتی، عزت پر حملہ ہر قسم کا جرم اسلام میں قابل سزا مبغوض اور حرام ہے، اور ایسا کرنے والا قیامت والے دن اپنے کرتوت کا بدلہ پائے گا، اور سب سے بدتر حالت میں ہوگا، ایسے شخص کے متعلق ارشاد ہے:

"يأتي يوم القيامة بصلاة وصيام وزكاة ويأتي قد شتم هذا، وقذف هذا، وأكل مال هذا، وسفك دم هذا، وضرب هذا، فيعطى هذا من حسناته وهذا من حسناته فإن فنيت حسناته قبل أن يقضى ما عليه أخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح في النار" (مسلم)۔

وہ شخص قیامت کے دن نماز روزے اور زکاۃ کے ساتھ آئے گا (اسی کے ساتھ) وہ اس حال میں بھی آئے گا کسی کو اس نے گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا، پس ان تمام مظلومین کو اس کی نیکیاں دیدی جائیں گی (تا کہ ان پر کئے گئے ظلم کی تلافی ہو جائے) پس اگر اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں قبل اس کے کہ اس کے ذمہ دوسروں کے حقوق ادا ہو پائیں، تب ان مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے، پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

ایسا اس لئے ہوگا کہ اس کا دامن نیکیوں سے خالی ہو جائے گا اور اس کے اوپر دوسروں کے بوجھ لد جائیں گے۔

۷- رحم دلی:

خلق الٰہی کے ساتھ نرمی، ہمدردی اور خیر خواہی کا برتاؤ کرنا، اسلام میں انسانیت کی پہچان ہے، اگر انسان کا دل رحمت اور ہمدردی سے خالی ہو تو انسان مردہ لاش ہے، اور جو شخص انسانیت کے

ساتھ رحمت اور ہمدردی کا برتاؤ نہیں کرنا چاہتا وہ کسی ہمدردی اور ملاطفت کا مستحق نہیں ہوتا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"من لا يرحم الناس لا يرحمه الله" (بخاری، مسلم)۔

جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ بھی اس پر رحم نہیں فرماتا۔

اس ہمدردی کی ادنیٰ حد بھی متعین کردی گئی کہ اگر انسان آدھا کھجور کے ذریعہ کسی کے کام آسکتا ہے تو اسے ایسا کرنا چاہئے، اور اگر یہ نہ ہوسکے تو اچھی بات ہی کے ذریعہ دوسروں کے کام آنا ضروری ٹھہرایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"كل سلامى من الناس عليه صدقة كل يوم تطلع فيه الشمس تعدل بين الاثنين صدقة، تعين الرجل في دابته صدقةفتحمله عليهاأو ترفع له عليهامتاعه صدقةوالكلمة الطيبة صدقة، وكل خطوة تمشيها إلى الصلاة صدقة، وتميط الأذى عن الطريق صدقة" (مسلم)۔

انسان کے جسم کے ہر پور کا صدقہ ہر روز جاری رہتا ہے، تم دو آدمیوں کے درمیان صلح کرادیتے ہو تو یہ صدقہ ہے، تم کسی آدمی کی اس کی سواری میں مدد کردیتے ہو، اسے اس پر سوار کردیتے ہو یا اس کا سامان اس پر لاد دیتے ہو یہ صدقہ ہے، اچھی بات صدقہ ہے، نماز کے لئے جانے میں تمہارا ہر قدم صدقہ ہے، اور تم راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دیتے ہو یہ بھی صدقہ ہے۔

نبی کریم ﷺ رحمۃ للعالمین تھے، رب کریم نے آپ کو یہ خطاب دیا:

﴿وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين﴾۔

آپ کے اندر رحمۃ للعالمینی کی کامل صفت موجود تھی، اسی لئے آپ کے گرد جانثاروں کی بھیڑ لگ گئی تھی اور رہتی دنیا تک آپ کے لئے جانثاری کا سلسلہ قائم رہے گا۔

﴿فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لا نفضوا من

حولک﴾(آل عمران:۱۵۹)۔

اللہ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔

﴿عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رء وف رحيم﴾

(التوبۃ:۱۲۸)۔

رسول پر تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں، ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

۸- لوگوں کے درمیان مصالحت اور اصلاح کا کام:

شر وفساد، فتنہ، ظلم وزیادتی، بگاوت کوئی انسان پسند نہیں کرتا ہے، ہر ایک کو اس سے نفرت ہوتی ہے، لڑائی جھگڑے سے ہر شخص بچنا چاہتا ہے، اسلام کی تعلیم ہے کہ ان تمام چیزوں سے بچنا چاہئے، ان کے قریب نہیں جانا چاہئے، ارشاد ربانی ہے:

﴿ولا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها وادعوه خوفا وطمعا إن رحمة الله قريب من المحسنين﴾(اعراف:۵۶)۔

زمین میں اصلاح کے بعد فساد مت پھیلاؤ، اور تم اللہ سے لولگاؤ اس سے ڈرتے ہوئے اور امید کرتے ہوئے، بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت بہترین کام کرنے والوں سے قریب ہے۔

﴿إن الله يأمر بالعدل والإحسان وإيتاء ذي القربىٰ وينهى عن الفحشاء والمنكر والبغي﴾(النحل:۹۰)

بیشک اللہ تعالیٰ عدل وانصاف، احسان اور قرابت داروں پر خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے اور فواحش ومنکرات اور ظلم وبغاوت سے روکتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اصلاح ومصالحت اور بھائی چارگی سے متعلق اجمالا ساری باتیں آ گئیں، اگر ساری اچھائیاں حاصل ہو جائیں اور ساری برائیوں سے احتراز ممکن ہوجائے تو ماڈل معاشرہ

بن سکتا ہے، پھر کسی فساد اور خلفشار کا خوف ہی نہ رہ جائے گا، نہ کسی صلح صفائی کی نوبت آئے گی، پھر صلح صفائی اور اصلاح کا دروازہ کھلا ہے۔

اصلاح کا عمل انفرادی واجتماعی زندگی میں جاری ہوتا ہے اور جھگڑے فساد میں بھی، قرآن کریم میں بار بار اصلاح اور صلح کی تاکید کی گئی۔

﴿فمن تاب من بعد ظلمه وأصلح فإن الله يتوب عليه﴾ (المائدہ:۳۹)۔

جو شخص اپنے گناہ کے بعد توبہ کرلے اور اصلاح کرے تو اللہ تعالیٰ رحمت کے ساتھ اس کی طرف لوٹتا ہے۔

﴿فمن اتقى وأصلح فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون﴾ (اعراف:۳۵)۔

جو لوگ اللہ سے ڈریں اور اصلاح کرلیں نہ ان پر کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

﴿لا خير في كثير من نجواهم إلا من أمر بصدقة أو معروف أو إصلاح بين الناس﴾ (النساء:۱۱۴)۔

ان کی اکثر سرگوشیوں (مشوروں) میں کوئی بھلائی نہیں، مگر جو حکم کرے صدقہ کرنے کا یا بھلائی کا یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا۔

اصلاح کرنے کا، صلح صفائی کرنے وکرانے کا حکم ہے۔

﴿فاتقوا الله وأصلحوا ذات بينكم﴾ (الانفال:۱)۔

پس اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح کرلو۔

﴿والصلح خير﴾ (النساء:۱۲۸)۔

اور صلح بہتر ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے صلح کرانے کو نیکی اور خیرات کے کاموں میں شمار کیا ہے، فرمایا کہ روزانہ انسانی نشاطات سے صدقہ ادا ہوتا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے:

"تعدل بين الاثنين صدقة" (بخاری مسلم)۔

آپ دوانسانوں کے درمیان صلح کرادیں یہ صدقہ ہے۔

۹- ذمہ داری:

ذمہ داری انسان کو باشعور سلیقہ مند بنا دیتی ہے نفع ونقصان اور اچھے برے کی تمیز پیدا کردیتی ہے، ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے سے انسان گہرا اور وزن دار بن جاتا ہے، وہ ذمہ دار بننے کے بعد کبھی بے مطلب اور بے کار کام نہیں کرسکتا، ذمہ داری اسے ذمہ داریوں کو نبھانے اور بحسن وخوبی تفویض کردہ کاموں کو پورا کرنے میں منہمک رکھے گی بشرطیکہ اسے صحیح معنوں میں ذمہ داری کا احساس ہو اور اس کی جوابدہی کا ڈر ہو۔ اسلامی تعلیم کے مطابق ہر فرد مسلم ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے متعلق سوال کیا جائے گا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"کلکم راع و کلکم مسؤول عن رعیته ،الإمام راع و مسؤول عن رعیته، والرجل راع في أهله ومسؤول عن رعیته والمرأة راعیة في بیت زوجها ومسؤولة عن رعیتها والخادم راع في مال سیده ومسؤول عن رعیته" (بخاری مسلم)۔

تم میں سے سبھی نگہبان ہیں، اور سبھی اپنی نگہبانی کے متعلق جواب دہ ہیں، امام نگہبان ہے اس سے اپنی رعایا سے متعلق سوال کیا جائے گا، آدمی اپنے اہل خانہ کا ذمہ دار اس سے اس سے متعلق سوال کیا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے اس سے اس بارے میں پوچھا جائے گا، اور خادم اپنے آقا کے مال کا ذمہ دار ہے وہ اپنے مالک کے مال کے بارے میں جوابدہ ہوگا۔

اس سے زیادہ شدت کے ساتھ ذمہ داری اور مسؤولیت سے متعلق جوابدہی کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"ما من عبد یسترعیه الله رعیة یموت یوم یموت وهو غاش لرعیته إلا حرم الله علیه الجنة" (مسلم)۔

جس کسی بندے کواللہ تعالیٰ نے کسی بھی معنیٰ میں نگہبان بنایا ہے اگر وہ اپنی نگہبانی میں خائن اورکام چور ہے (اوراسی حالت میں اس کی موت آجاتی ہے) تواس پر اللہ نے جنت حرام کردی ہے۔

۱۰- نرمی:

لوگوں کے ساتھ معاملات لین دین اور تعلقات میں نرمی کامیابی کی دلیل ہے، شدت انتہا پسندی سے وہ نتیجہ نہیں نکل سکتا ہے جو نرمی اور لطف سے نکلتا ہے، شدت اور انتہا پسندی سے انسان ردعمل کا شکار ہوتا ہے، بھڑک جاتا ہے اور ٹکراؤ کی صورت پیدا ہوتی ہے، اور ٹکراؤ سے دشمنی کینہ پروری کا ماحول بنتا ہے اور تباہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے، نرمی اور ملاطفت سے بگڑے ہوئے لوگوں کو بھی لگام لگ جاتا ہے، سماجی زندگی میں نرمی اور ملاطفت سے پختگی اور ہمدردی پیدا ہوتی ہے، نرمی وملایمت سے ٹکراؤ اور تصادم کا ماحول کافور ہوجاتا ہے۔ایک پرامن زندگی کے لئے رفق ونرمی سند اصول ہے، امن کا ماحول بنانے کے لئے نرمی بہت ضروری ہے، نرمی اور ملاطفت کی اہمیت کو نبی کریم ﷺ نے بڑی خوبصورتی سے بیان کیا، اورانسانی کرب ودرد کا کامیاب علاج بتایا ہے، ارشاد ہے:

"إن الـلـه رفيق يحب الرفق، ويعطي على الرفق ما لا يعطي على العنف وما لا يعطي على ما سواه" (بخاری مسلم)۔

اللہ مہربان ہے، مہربانی پسند فرماتا ہے، اور مہربانی پر جوصلہ دیتا ہے شدت پر اور شدت کے سوا دیگر شدت روی پر نہیں دیتا۔

"إن الرفق لا يكون في شي ء إلا زانه ولا ينزع من شيء إلا شانه" (مسلم)۔

جہاں نرمی ہوگی وہاں حسن ونکھار ہوگا، اور جہاں سے نرمی رخصت ہوئی عیب وہاں آ گیا۔

۱۱- بلا فائدہ کام یا بات سے احتراز:

اسلام کا ایک سنہرا اصول یہ بھی ہے کہ انسان بے کار کام اور بے کار باتوں میں نہ پھنسے، جھوٹ

پروپیگنڈے سے بچے، بلاوجہ دوسروں کے مسائل میں نہ الجھے، اپنے حدود میں ایمان داری اور سچائی کے ساتھ زندگی گزارے، لوگوں کے لئے مشکلات نہ پیدا کرے نہ کسی کے لئے اذیت کا باعث بنے، رب کریم نے فرمایا:

﴿ولا تقف ما ليس لك به علم إن السمع والبصر والفؤاد كل أولئك كان عنه مسؤولا﴾ (بنی اسرائیل:۳۶)۔

جس بات کا تمہیں علم نہیں اس کے ٹوہ میں نہ پڑو، کیونکہ کان، آنکھ اور دل تمام چیزوں کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

اور رسول گرامی کا ارشاد ہے:

"من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا أو ليصمت" (بخاری مسلم)۔

جس کا اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان ہے اسے چاہئے کہ بھلی بات کہے یا چپ رہے۔

۱۲- عفو ودرگذر:

اس دنیا میں ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں، اس میں اچھے بھی ہوتے ہیں، برے بھی ہوتے ہیں، سمجھدار بھی ہوتے اور ناسمجھ بھی، مہذب بھی ہوتے ہیں اور اجڈ بھی، سماج میں لوگوں کو جوڑ کر رکھنے اور ایک ساتھ لیکر چلنے کے لئے ضروری ہے کہ عفو ودرگذر کرنے اور جہالتوں کو نظر انداز کرنے کا ماحول پیدا کیا جائے، اگر غیر مہذب اور گنوار انسان کے ساتھ الجھا جائے تو خلفشار، انتشار، لڑائی جھگڑا اور فساد کے سوا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ اسلام نے ان منفی پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ اصول بتایا ہے کہ جاہلوں اجڈوں اور گنوار لوگوں کی ناشائستہ حرکتوں کو نظر انداز کر دیا جائے اور ان کے ساتھ عفو ودرگذر کا معاملہ کیا جائے، ارشاد ہے:

﴿وليعفوا وليصفحوا ألا تحبون أن يغفر الله لكم والله غفور رحيم﴾ (النور:۲۲)۔

انہیں چاہئے کہ معاف کر دیں، عفو ودرگذر سے کام لیں، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں

معاف کردے، اور تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿خذالعفو وأمر بالعرف وأعرض عن الجاهلين﴾ (الاعراف:۱۹۹)۔

معافی دو، خیر کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔

۱۳- حسن اخلاق:

حسن اخلاق یعنی خلق الٰہی کے ساتھ ایسا برتاؤ اور تعامل کہ ہر ایک کو حق ملے عزت ملے اور اس کی حیثیت تسلیم کی جائے اور کسی کو بلا وجہ کسی سے اذیت نہ پہنچے، انسان جاندار اور دوسرے دیگر مخلوقات کے جن کے درمیان رہتا ہے یا جن سے فائدہ اٹھاتا ہے سب کے ساتھ اسی طرح برتاؤ کرنے اور برتنے کا حکم ہے جس طرح انہیں برتنے اور برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، حسن اخلاق ان تمام حقائق کا احاطہ کئے ہوئے ہے کسی بھی جاندار کے ساتھ تعاون اور مہربانی حسن اخلاق ہے، ایک پیاسے کتے کو پانی پلانا اور ایک بھوکی بلی کو کھانا کھلانا بھی حسن اخلاق میں داخل ہے، کسی بھی چیز کا صحیح استعمال حسن اخلاق ہے، کسی بھی انسان کے ساتھ اچھے ڈھنگ سے ملنے، بات چیت کرنے عزت وتکریم کرنے، حسن ظن رکھنے، مدد کرنے کا نام حسن اخلاق ہے، اور اس کے اعلیٰ معیار پر فائز رسول کریم ﷺ تھے، ارشاد ہے:

﴿وإنک لعلى خلق عظيم﴾ (القلم:۴)۔

آپ اخلاق کے اعلی رتبے پر فائز ہیں۔

مکارم اخلاق کی تکمیل آپ کا مشن تھا اور آپ کی امت کا مشن ہے، ارشاد ہے:

"بعثت لأتمم مكارم الأخلاق"۔

میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إن من خيار کم أحسنكم أخلاقا" (بخاری مسلم)۔

بیشک تم میں سب سے بہتر انسان وہ ہے جس کا اخلاق سب سے بہتر ہے۔

۱۴- تعلون علی البر:

قرآن کا ایک سنہرا اصول ہے کہ اچھے کام میں مدد کرو برے کام میں مدد نہ کرو، یہ اصول اتنا شاندار ہے کہ اگر اس پر بھرپور عمل کیا جائے تو دنیا سے سارے غلط کام ختم ہو جائیں، اور شر وفساد کی کوئی چیز رہ ہی نہ جائے، آدمی ہر قدم پھونک پھونک کر رکھے اور شعور کے ساتھ کسی کے تعاون کرنے نہ کرنے کا فیصلہ کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (المائدہ:۲)۔
اچھائی اور تقویٰ میں مدد کرو اور گناہ وبغاوت پر مدد مت کرو۔

یہ اصول فرد فرد کے درمیان، فرد وسماج کے درمیان، گروپ گروپ کے درمیان، ملکوں ملکوں کے درمیان تعلقات کی نوعیت کو طے کرتا ہے اور انسان کو صاحب موقف بناتا ہے اصول کی راہ کسی رشتے ناطے کو کسی تعصب اور جنبہ داری کو حائل نہیں ہونے دیتا۔ اگر اسی اصول پر عمل ہو تو مفاد پرستوں کا خاتمہ ہو جائے گا، انسان انسان کے لئے کار خیر میں شرح صدر کے ساتھ تعاون کرے گا اور شر۔ کہ راستے خیر کے راستے کے ساتھ گڈ مڈ نہیں ہوں گے بلکہ شر کے روکنے کے لئے جو خیر والی محنت ہوگی اس میں بھی انسان ساتھ دے گا۔

۱۵- حسن جوار:

پڑوسی کسی کا بھی ہو پڑوسی پڑوسی کی عزت کا نگہبان ہوتا ہے، دکھ سکھ میں کام آتا ہے، کسی اذیت رسانی کا سامان نہیں بنتا، اگر روزمرہ کے قریبی ساتھی کے ساتھ انسان تعلقات استوار نہیں رکھ سکتا تو ایسے انسان کے کردار مین کھوٹ ہونا طے ہے۔ پڑوسی گھر کا ہو سکتا ہے، سفر کا ہو سکتا ہے بزنس کا ہو سکتا ہے، تعلیم کا ہو سکتا ہے، ملک ملک کا پڑوسی ہو سکتا ہے، پڑوسی کسی معنیٰ میں ہو اس کی اہمیت ہے، کسی کے پڑوس میں ہونا انسان خود ایک حق کا حقدار بن جاتا ہے اور اپنے پڑوسی سے ہر قسم کی عزت تکریم تعاون کا حقدار بن جاتا ہے، قرآن کی تعلیم ہے:

﴿والجار ذي القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب﴾ (النساء:۳۶)۔

اور قرابت ہمسایہ سے حسن سلوک کرو اور اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی سے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ما زال جبريل يوصيني بالجار حتى ظننت أنه سيورثه" (بخاری مسلم)۔

مجھے جبریل برابر تاکید کرتے رہتے ہیں کہ پڑوسی کا خیال رکھو حتی کہ میں سمجھنے لگا کہ وہ پڑوسی کو وراثت میں حصہ دار بنا دیں گے۔

نیز فرمایا:

"والله لا يؤمن والله لا يؤمن والله لا يؤمن، قيل ومن يا رسول الله؟ قال الذي لا يأمن جاره بوائقه" (بخاری)۔

اللہ کی قسم مومن نہیں بن سکتے، اللہ کی قسم مومن نہیں بن سکتے، اللہ کی قسم مومن نہیں بن سکتے، پوچھا گیا: کون اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: وہ جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔

کسی بھی کثیر القومیات سماج اور ملک میں ان اصولوں اور ان کے سوا دیگر اسلامی اصولوں کی بنیاد پر مسلمان ایک ماڈل شہری بن کر رہ سکتا ہے اور پوری انسانیت کے لئے رحمت بن سکتا ہے، لوگوں کے دکھ کا مداوا بن سکتا ہے، ہر طرح کی ظلم زیادتی خرابی کرپشن رشوت، چوری، فساد، اور ایذا رسانیوں کو مٹا سکتا ہے، ان پرامن ذرائع کے ذریعہ وہ انسان کے دکھ کا مداوا بن سکتا ہے، کسی سماج اور ملک ہی نہیں پوری دنیا کے انسانوں اور مخلوقات کے لئے وہ مفید بن سکتا ہے امن وچین کا گہوارہ بن سکتا ہے، اس سے انسانیت کو چین وسکون مل سکتا ہے، یہی اس کی منصبی پوزیشن ہے، اس منصبی پوزیشن سے ہٹنے کے بعد ہی وہ غلطیوں کا ارتکاب کرتا اور ان غلطیوں کے سبب بلا وجہ اسلام بدنام ہوتا ہے۔

ان اصولوں کی بنیاد پر مسلمان ہمہ جہتی ترقی کر سکتا ہے، وہ اس پوزیشن میں ہوتا ہے کہ دوسروں کے ساتھ اصولوں کی بنیاد پر تال میل کر سکے، اسکے اور غیروں کے درمیان ہم آہنگی قائم ہو، ان

اصولوں کی بنیاد پر وہ دوسرے کے ساتھ تعلقات میں پائیدار استواری لاسکتا ہے۔

ان اسلامی تعلیمات نے اسے جس منصب پر فائز کیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے کو عظیم ثابت کرے اور لوگوں کے مفادات کے تحفظ اور ان کی ہدایات کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار رہے۔

ان اصولوں کا تقاضا ہے کہ وہ ردعمل کا شکار نہ ہو، جذبۂ انتقام اس کے اندر پیدا ہی نہ ہو، اس کے دل میں کسی کے خلاف کینہ نہ ہو، اگر کار خیر انجام دینے میں مخالفت کا سامنا ہو تو صبر کرے اور لوگوں کی اذیت کو برداشت کرے۔

ان اصولوں کا تقاضا یہ بھی ہے کہ وہ انسانیت نوازی کا رویہ اختیار کرے، اپنوں اور غیروں کے دکھ درد کو محسوس کرے، ذات برادری، رنگ ونسل، زبان اور علاقائیت کے تعصّبات کا شکار نہ ہو۔

ان پرامن ذرائع سے وہ آج بھی دلوں کو مسخر کرسکتا ہے اور ملک وسماج اور ساری دنیا میں ایک بہترین تبدیلی لاسکتا ہے اور دنیا کو کرب سے نجات دلاسکتا ہے اور ہر طرح کی مشکلات پر قابو پاسکتا ہے۔

اگر ان اصولوں کی پاسداری کی جائے تو دنیا کی مخالفت، جھوٹے پروپیگنڈے، اس کے خلاف سازشیں اسے کچھ نقصان نہیں پہنچاسکتیں، رسول گرامی کا فرمان ہے:

"لا تزال هذه الأمة ظاهرين على من خالفهم حتى يأتي أمر الله وهم ظاهرون" (بخاری مسلم)۔

یہ امت ہمیشہ مخالفین کی مخالفت کے باوجود غالب رہے گی یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور وہ غالب ہی رہیں گے۔

ہندوستانی باشندہ کی حیثیت سے ہمارا کردار:

جیسا کہ عرض کیا گیا اس ملک میں ہندوستانی باشندہ کی حیثیت سے ہم اہم رول ادا کرتے ہیں

اور زیادہ اہم رول ادا کر سکتے ہیں، اس سے قطع نظر کہ ہمارے ساتھ انصاف ہوتا ہے کہ نہیں، ہمیں یہاں کا ذمہ دار اور بھر پور شہری سمجھا جاتا ہے کہ نہیں، فرقہ پرستیاں، تعصّبات، فرقہ وارانہ فسادات، تعلیم میں نظر انداز کیا جانا، معیشت میں پچھڑا پن، یہ اور اس طرح کے مختلف مشکلات کا مسلمان شکار ہیں، اور بسا اوقات اس میں ملک کے مختلف عناصر دانستہ یا غیر دانستہ شریک رہتے ہیں، یہ سب اپنی جگہ مسلم، یہ بھی مسلم کہ ان کی وجہ سے مسلمان محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں اور نئی نسل اندھیروں میں بھٹکنے لگتی ہے، ان سب کے باوجود اسلامی اصولوں کی روشنی میں اگر جائزہ لیا جائے تو ہمیں ہر حالت میں انسانیت کی پاسبانی کرنی ہے، یہی ہمارے لئے طے کیا گیا ہے، اور مذکورہ اصولوں کی روشنی میں مسلمانوں کے اوپر لازم ہے کہ پر امن ذرائع کو استعمال کر کے ملک وملت کے فلاح و بہبود کی راہ نکالیں۔

مختلف قومیتوں کے حامل مختلف ادیان کے ماننے والوں کے ساتھ کسی ملک میں ہموطنی کے جو تقاضے ہو سکتے ہیں ان سے کئی گنا زیادہ اسلام کے دینی اصول مسلمانوں پر یہ فریضہ عائد کرتے ہیں کہ وہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں وطن کے مفادات اہل وطن کی اصلاح وفلاح کے لئے عملی کردار کی تشکیل کریں اور ملک کا ایک مفید جز بن جائیں اور ملک وقوم میں امن وسکون کے فروغ کے لئے بھر پور کوشش کریں۔

جذبۂ حب الوطنی ایمان وعقیدہ کی جگہ نہیں لے سکتی لیکن اسلامی اصولوں کے تقاضوں میں داخل ہے کہ اس کے سارے جائز تقاضے پورے کئے جائیں، جذبہ ایک وقتی شعلۂ جوالہ ہوتا ہے جو جلد ہی بجھ جاتا ہے لیکن اصول وضابطے مستقلا دل ودماغ میں ڈیرہ ڈالے ہوتے ہیں، اور ان کی مہمیزی اور توانائی ہمہ آن وپیہم رہتی ہے، اسلامی تعلیمات پر عامل ایک پکا سچا مسلمان خوب جانتا ہے کہ ملک وطن ملت اور گھر در کے تقاضے کیا ہیں اور ترقی اور فروغ کا کیا مطلب ہوتا ہے؟

اسلامی تعلیمات مسلمان کے ضمیر کو زندہ رکھتا ہے ور اپنے اندرونی مطالبے اور جذبے کی بنیاد پر صحیح کام کرتا ہے اور خیر وبھلائی کے فروغ کے لئے ہر قربانی دے سکتا ہے، اسلامی تعلیمات سے اس

کے کردار کی تشکیل ہوتی ہے اور با کردار انسان اصولوں کا سودا نہیں کرتا نہ ذاتی مفادات کی خاطر اصولوں کو چھوڑ سکتا ہے، اس کے اندر ہر چیز کو قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اور ہر خیر میں تعاون کرنے کا جذبہ ہوتا ہے، وہ دہری شخصیت کا مالک نہیں ہوتا ہے۔

اسلامی اصولوں اور تعلیمات کی بنیاد پر وہ تعاون علی الخیر کا، ہم آہنگی کا ماحول بہت جلد پیدا کر سکتا ہے اور نفع وخیر کا خزانہ لٹا سکتا ہے، وہ خیر کا شاہد عدل ہے، حقوق کا رکھوالا ہے، جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے چوکیدار ہے، یہی اس کا دین ودھرم ہے۔

اصلا ایک مسلمان اسلام کو مان کر یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ حق کا نمائندہ اور حقوق کا رکھوالا ہے، اس کا مزاج اس کی طبیعت اس کے مطابق ہونی چاہئے۔ لیکن اگر اس کے اندر غفلت پیدا ہو جائے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ یہ اس کے فرض منصبی سے فرار اختیار کرنا مانا جائے گا۔

ان اصولوں کے مطابق کسی مسلمان کے لئے یہ بھی درست نہیں کہ وہ مطالبات کی فہرست لئے حکومتوں کی دہائی دیتا رہے احتجاج کرے، جلوس نکالے، نعرے بازی کرے، تشدد پر آمادہ ہو، سڑکوں پر نکل کر طاقت کا مظاہرہ کرے، ان اصولوں کے مطابق وہ لینے کے بجائے خود کو دینے کی پوزیشن میں رکھے اور اپنی ہر حرکت ونشاط سے ملک وقوم بلکہ پوری بشریت کو فائدہ پہنچانے کوشش کرے، اور اپنے مضبوط کردار سے لوگوں پر اثر انداز ہو اور لوگوں کے لئے نجات دہندہ بن جائے، مسلم فرد وسماج کو ایسا تیار کیا جائے کہ ہر اعتبار سے اس کا وزن محسوس کیا جائے اور ان کی بات سنی جائے۔

جہاد:

کسی کے ذہن یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ جب اسلامی تعلیمات اور اس کے اصول پر امن ذرائع اختیار کرنے کا حکم دیتے ہیں اور انسانیت کے فروغ کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کو کہتے ہیں تو پھر جہاد کیوں؟ اور کس لئے جنگ کی جاتی ہے اور تشدد کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جہاد کو دراصل صلیبیوں اور صہیونیوں نے بدنام کیا ہے اور یہی صلیبی وصہیونی پروپیگنڈہ آج بھی میڈیا کے حوالہ سے عام لوگوں پر اثر انداز ہے اور کچھ اپنوں کی نادانیوں نے بھی اسے بدنام کیا ہے۔

جہاد کا مطلب ہے پرامن ذرائع کو بھرپور طور پر استعمال کرنا تاکہ اسلامی تعلیمات کو عملی شکل میں ڈھالا جائے، فرد کی تعلیم وتربیت، سماج کی اصلاح، ملک وملت کا تحفظ بقاء اور ترقی جہاد کے ذریعہ ہوتی ہے، جہاد نام ہے جان ومال عزت وآبرو کے تحفظ کا۔ خیر کے فروغ اور شر کو ختم کرنے کے لئے مسلسل اور انتھک کوششوں کا نام جہاد ہے۔

﴿والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وإن الله لمع المحسنین﴾

(العنکبوت:۶۹)

اور جولوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہ ضرور دکھادیں گے یقیناً اللہ نیکوکاروں کا ساتھی ہے۔

اس آیت میں دین پر عمل کرنے میں جو دشواریاں، آزمائشیں اور مشکلات پیش آتی ہیں انہیں برداشت کرنے کو جہاد کہا گیا ہے۔

ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کو سب سے افضل جہاد قرار دیا گیا۔

"أفضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر"۔

ظالم حکمراں کے سامنے حق بات کہنا سب سے افضل جہاد ہے۔

ایک مسلمان کی جان مال اور عزت وآبرو پر حملہ ہو اور وہ اپنے دفاع میں مارا جاتا ہے وہ بھی شہید قرار دیا گیا، جس طرح جنگ میں مارا جائے شہید کہلاتا ہے اسی طرح اپنی عزت آبرو جان مال کی حفاظت کرتے ہوئے اگر مارا جاتا ہے وہ شہادت کے مرتبے پر فائز ہوتا ہے، رسول اللہ کا فرمان ہے:

"من قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون دمه فهو شهيد، ومن قتل دون دينه

فھو شھید ، ومن قتل دون أھلہ فھو شھید"(ابوداود،ترمذی)۔

جواپنے مال کے دفاع میں مارا جائے وہ شہید ہے، جواپنی جان کے بچاؤ میں مارا جائے وہ شہید ہےاور جواپنے دین کے لئے مارا جائے وہ شہید ہےاور جواپنے گھر والوں کے بچاؤ میں مارا جائے وہ شہید ہے۔

مسئلہ صرف یہ نہیں ہے کہ جہاد صرف جنگ وقتال ہی کا نام ہے، جہاد عام لفظ ہےاس کے اندر خیر کے لئے جد وجہد کی ساری شکلیں آجاتی ہیں اور جہاد کی ساری شکلیں قیامت تک جاری رہیں گی، کسی کو اسے ختم کرنے کی اتھارٹی نہیں ملی ہے، جہاد کی ایک شکل جنگ وقتال ہے، تواس سلسلہ میں یہ یاد رہے کہ اسلام میں حکومت وریاست بھی ہے جس طرح آج کوئی ٹوتھ لیس حکومت قائم نہیں ہوسکتی ہےاسی طرح اسلامی حکومت بغیر قتال وحرب کی مشروعیت کے قائم نہیں رہ سکتی، لوگ اگرامن وشانتی کے نام پر بفرض محال اگرفوج رکھنا پولیس رکھنا بند کردیں تو یہ ان کے اختیار میں ہے، ایسا کرسکتے ہیں لیکن دنیا کے سارے مسلمان اگر جہاد کو منسوخ کرنا چاہیں توان کو یہ اختیار نہیں ملا۔

اسلام ابدی مذہب ہے یہی تمام انبیاء کا مذہب تھا اسلام ہی کے ساتھ ساری کائنات وابستہ ہے اوراسے سارے عالم میں پھیلانا اور لوگوں کواللہ کا بندہ بنانا غرض ہے، اگرلوگ اس راہ میں مزاحم ہوں اوراسلامی حکومت یہ سمجھتی ہے کہ وہ حکومتوں کے ظلم وستم کو مٹانے اوراللہ کے بندوں کوآزاد کرنے کے لئے لشکر کشی کرسکتی ہےتواس کواس کا اختیار ملا ہےاورآج تو اسے سمجھنااورزیادہ آسان ہے، آج ڈیموکریسی اورسیکولرزم کے نام پرگلوبلائزیشن کے حوالے سے جس طرح دوسری تہذیبوں پرلشکر کشی پروپیگنڈہ جبر دھونس دھاندھلی کے ذریعہ کمزورممالک پر یلغار ہوتی ہےاورساری دنیا اسے قانونی حیثیت دیدیتی ہےایسی جارحیت کا پہلے تصور ہی نہیں تھا نہ تاریخ میں ایسی جارحیت کی مثال مل سکتی ہے۔

اسلام میں جہادتو اپنے حدود وقیود کے ساتھ صرف جابروں اور ظالموں کو چھیڑتا ہے وہ کسی کمزور معذور بوڑھے عورت بچے غیر جانبدار پر جنگ کی حالت میں بھی ہاتھ اٹھانا روانہیں رکھتا، اسلامی

جنگ میں نہ گھروں کو تباہ کیا جاسکتا ہے نہ املاک و جائیداد کو تباہ کیا جاسکتا ہے، نہ فصلوں کو اور باغات کو نقصان پہنچایا جاسکتا ہے، ہمیشہ نبی اکرم ﷺ کی یہی تعلیم رہی ہے، اسلام میں نیک کام کے لئے بوقت ضرورت باہتمام شروط جنگ کے لئے اجازت ہے، اسلام کی روشنی میں آج کی ساری جنگیں جن میں صرف خونریزی تباہی جلانا اور برباد کرنا ہے صرف بربریت اور وحشت و درندگی ہے چاہے انہیں ساری دنیا قانونی درجہ دینے کے لئے یک آواز ہوجائے۔

جہاد کے نام پر ناجائز قتل و خونریزی:

جہاد کے نام پر اس وقت جو قتل و خونریزی دنیا میں کسی جگہ ہو رہی ہے اسے جہاد کا نام نہیں دیا جاسکتا، وہ فتنہ فساد ہے، درندگی ہے اور جو اس میں ملوث ہیں وہ سارے کے سارے مجرم ہیں ان کے اس قتل و خونریزی کا اسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ اسلامی جہاد کے کسی ادنیٰ شرط کو پورا نہیں کرتے ہیں اس کے برعکس ان کا یہ عمل ساری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کی رسوائی کا سبب ہے، بلاشبہ مسلمانوں کے خلاف کالی بھیڑیں ساری دنیا میں یک جٹ ہوکر ہر وہ منصوبہ بناتی ہیں جس سے انہیں تباہ کریں انہیں ذلیل و رسوا کریں، ان کی معیشت تباہ کریں اور ان کا استحصال کریں، یہ حقیقت اپنی جگہ ہے اس کے باوجود اسلامی تعلیم کے مطابق ہمیں وہی اقدام کرنا چاہئے جس کی ہماری شریعت اجازت دیتی ہے، اگر کہیں ہم طاقت استعمال کرسکتے ہیں اور سارے شروط وقیود طاقت استعمال کرنے کے پورے ہوتے ہیں اور خیر کا بول بالا ہوسکتا ہے تو طاقت کا استعمال ہوسکتا ہے ورنہ کسی مسلم حکومت کسی جابر ظالم حکومت کے خلاف پر وولٹ نہیں کرسکتے ہیں ہر حال میں اپنی اندرونی کمی کو دور کرنا پڑے گا اور صبر کرنا ہوگا اور حالات کو سدھارنے کے لئے پر امن ذرائع استعمال کرنا ہوگا۔

اسلامی تعلیم یہ دی گئی ہے کہ اگر مسلمانوں پر کوئی آفت آتی ہے تو اسے اپنی بدعملی کا نتیجہ سمجھیں اور اس سے بچنے کی کوشش کریں، نا کہ اپنی بدعملی چھپائیں اور دوسروں سے بھڑ جائیں، ہمیں اس

اعتراف میں کوئی باک نہیں کہ قرآنی اور نبوی منہج کو چھوڑ کر اور اپنے فرض منصبی کو بھول کر ہم ردعمل کا شکار بن کر رہ گئے ہیں۔

بگڑی ذہنیت کے لوگ:

مسلم سماج میں رسول گرامی کی پیشگوئی کے مطابق ایسی بگڑی ذہنیت کے لوگ پائے جائیں گے جو بغاوت اور خروج کریں گے جو اسلام کے صراط مستقیم سے بھٹکے ہوں گے، سب سے پہلا خروج حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پھر حضرت علی کے زمانے میں ان کی ایک پہچان بن گئی، ذوالخویصرہ نامی ایک شخص نے رسول گرامی ﷺ کے ساتھ گستاخی کی تھی اور آپ سے کہا تھا: اے محمد انصاف کرو تم انصاف نہیں کر رہے ہو، آپ نے فرمایا تھا: اس کی نسل سے خوارج نکلیں گے جن کی نماز اور روزے کے متعلق دوسرے مسلمان اپنی نماز اور روزے کو ہیچ سمجھیں گے، لیکن وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے (مسلم)۔

آج اس ذہنیت کے لوگ مسلم سماج میں ہر جگہ یکا دکا مل جائیں گے یہ بھی اسی طرح مسلم حکمرانوں کے انسانی سماج کے اسلامی روایتوں کے اسلامی اداروں کے باغی ہیں، جس طرح پہلے کے خوارج باغی تھے، ان کی پہچان وہی ہے جو پہلے کے خوارج کی پہچان تھی:

۱۔ کم فہمی، ۲۔ غلو پسندی، ۳۔ کم علمی، ۴۔ پسندیدی موضوعات کے سوا دوسرے اصول دین سے اعراض، ۵۔ مسلمانوں اور دوسروں کی جان و مال کو حلال جاننا، ٦۔ خود پسندی، ۷۔ نصوص کتاب وسنت کی من مانی تشریح کرنا، ۸۔ الگ تھلگ رہنا، ۹۔ علم سے نفرت، ۱۰۔ انسانی سماج و معاشرہ سے دشمنی اور کینہ، ۱۱۔ علماء اثبات کی تحقیر اور ان سے نفرت۔

ظاہر ہے ان برگشتہ افراد کی بے عقلی اور بدعملی کی سزا اسلام اور مسلمانوں کو نہیں دی جاسکتی، ان کے عقیدہ وعمل کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، اور نہ مسلمانوں سے ان کا کوئی واسطہ ہے، یہ افراد کیوں برگشتہ ہوئے ان کی برگشتگی کے اسباب پر غور نہیں کیا جاسکتا، اور ان اسباب کو دور کرنے اور انہیں

مین اسٹریم میں لانے کی کوشش کی جاتی، اسے بین الاقوامی مسئلہ بنا کر مسلمانوں کو ہر طرح سے گھیرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور جارحیت کی ساری مثالوں کو توڑا جاتا ہے اور اس کے سہارے حکومتوں سے لیکر مسلم عوام تک ہر جگہ تنگ کیا جاتا ہے، انہیں کریش کرنے کوشش کی جاتی ہے، ان کی معاشی ناکہ بندی کی جاتی ہے، ان کی تہذیب پر یلغار کیا جاتا ہے، ان کے اداروں اور تعلیم یافتہ لوگوں کو تباہ و برباد کرنے کے منصوبے بنائے جارہے ہیں، پوری مسلم دنیا کو اس وقت قیدی و یرغمال بنادیا گیا ہے، دنیا کے اپرلسٹ اور ظالم حکمرانوں کی ہاں میں ہاں بھر کر لوگ صرف اپنے مفادات پر نظر رکھ رہے ہیں، ضرورت ہے کہ بین الاقوامی اور قومی پیانے پر جاری دہشت گردی کے خلاف شدید دہشت گردی کو بند کیا جائے۔

ہمیں اس کے اعتراف میں کوئی جھجک نہیں محسوس ہوتی کہ بگڑی ذہنیت بنانے اور ایسی ذہنیت کی پیداوار کے سلسلہ میں وہ اسلامی تحریکیں سب سے زیادہ ذمہ دار ہیں جنھوں نے ستر سالوں سے دین کو اپنی سیاست بازی کے لئے استعمال کیا اور ایسے بے لگام نوجوانوں کو جنم دے دیا، اور خارجیت کا نیا ایڈیشن تیار کیا اور دین کو احتجاج، مظاہرات، نعرے بازی، انتخابی سیاست اور گروپ بندی کا روپ دیدیا، اور بگڑے ہوئے نوجوانوں کے اندر انتقام، کینہ حسد، زر پرستی اور بغاوت کے منفی جذبات سے بھر دیا، ان دینی تحریکوں نے آج جمہوریت کا چولہ بدل کر بگلہ بھگت بننے کا ناٹک کر رکھا ہے، اور اپنی غلط روش اور غلط افکار و نظریات سے اسٹریٹ فائٹروں اور عیاروں کی ایک کھیپ تیار کر دی ہے۔

اسلام کی غلط اور ملحدانہ سیاسی تعبیرات نے تاریخ میں جسقدر مسلمانوں کو نقصان پہنچایا اتنا نقصان کسی دور میں مسلمانوں کو نہیں اٹھانا پڑا، اس ناگفتہ بہ حالت کو بدلنے اور سیاسی تغیرات ترک کرنے اور ایسی ساری کتابوں کو نذر آتش کر دینے سے امت کو بہت بڑے فتنے سے نجات مل سکتی ہے۔

آج اگر سماج و سوسائٹی میں یگانگت، ہم آہنگی اور رواداری کی جڑیں تلاش کرنی ہے تو

مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی اصولوں اور اسلامی تعلیمات کی طرف رجوع کریں اور اپنے منصبی فریضے کو نبھانے کے لئے تیار ہو جائیں، رہا دوسروں کا رویہ کیا ہوتا ہے تو یقین ہونا چاہئے کہ ہم اپنا فرض منصبی پہچان لیں، نتیجۃً راستے کھلیں گے، اللہ کی نصرت آئے گی اور لوگ بھی ہماری طرف رجوع ہوں گے اور کچھ نہیں تو کم از کم ہم صحیح راہ پر لگ کر دنیا و آخرت کے حسنات کے حقدار بن جائیں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

☆ ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد

☆ جلسے

☆ انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے

☆ ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت

☆ مفت کتابوں کی تقسیم

☆ مکاتب کا ماہانہ تعاون

☆ ضرورت مند افراد کا تعاون

☆ مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون

☆ نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو

☆ دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ

دینی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

SUBAI JAMIAT AHLE HADITH, MUMBAI